از مولانا سعید احمد عنایت اللہ مکہ مکرمہ

حضرت مولانا مسعود شمیم صاحب رحمہ اللہ

ناظم اعلیٰ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

ذاتِ حیّ و قیوم کا بندۂ فانی پر انعام عظیم یہی ہے کہ اسے تفقہ فی الدین کی نعمت سے سرفراز فرمائیں دینی فہم و فراست کے حصول کے بعد دعوتِ اسلام اور دفاع اسلام کا عمل وہ عظیم جہاد ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے منعم علیہ بندوں کو منتخب فرماتے ہیں یہ رجال امت کی وہ مقدس شخصیات ہیں جو آسمان ہدایت پر درخشندہ و تابندہ ستارے بن کر چمکتے ہیں اقوام و شعوب جن سے روشنی رشد حاصل کرتی ہیں اور ان کو مشعلِ راہ بناتی ہیں۔ یہ ائمہ دین تشنگان ہدایت کی اپنی بصیرت و بصائر سے سیرابی کرتے ہیں اور معارفِ اسلامیہ بکھیرتے ہیں۔

اہلِ علم و جہاد کے اس قافلہ کے سرخیل ۱۸۵۷ء جیسے پرآشوب دور کے اسلامی ہیرو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ہیں جن کی شخصیت سے حق تعالیٰ نے دعوت و دفاعِ اسلام کا کام اسی دور میں لیا جب مسیحی دیوتاؤں کے اقتدار کے تسلط کا یہ عالم تھا کہ انگریزی حکومت میں سورج غروب نہ ہوتا تھا۔

عقائد حقہ کے اثبات اور تحفظ ملت اسلامیہ کے مبارک سلسلہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے جو مجاہدانہ عظیم الشان خدمات سرانجام دیں اور اہل باطل سے مناظروں کے میدان میں جہاں حق کا علم بلند کیا پھر ایک وقیع تالیفات کا علمی ذخیرہ امت کے سپرد کیا اس کے ساتھ ساتھ وہاں دین اسلام کا عظیم مورچہ اور شریعت مطہرہ کے تحفظ کا حصن حصین ارض حرم مکی میں اس دار العلوم کا تاسیس و قیام بھی ہے۔ جو کعبہ مشرفہ کے زیرِ سایہ جزیرۃ العرب کی اہم ترین اور اولین نظامی درسگاہ مدرسہ صولتیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور بیسیوں ممالک کے ہزاروں طلبہ علوم کی عرصہ ایک سو بیس سال سے علمی پیاس بجھا رہا ہے۔ اس درس گاہ سے بلادِ اسلامیہ کے بڑے بڑے علماء و مفکرین اور دانشور سند فراغت حاصل کر چکے ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم اور مؤسسین کے اخلاص و للہیت کی برکت سے ہر دور میں اس کے اہتمام و انتظام کے لیے ایسے بلند ہمت اور عالی ظرف اہل علم و عزم کا اختیار ہوتا رہا جنہوں نے اپنی قائدانہ قابلیت مدبرانہ صلاحیت اور بانیٔ اوّل کی حکیمانہ ہدایات اور بزرگان تسامح کو مشعل راہ بنا کر دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ کی ترقی کو چار چاند لگائے۔ ان سطور کی

تحریر سے اسی مدرسہ کے ناظم رابع حضرت مولانا محمد مسعود شمیم کو خراج عقیدت پیش کرنا چاہتا ہوں جو ۲۷ شعبان ۱۴۱۲ ہجری مطابق یکم مارچ ۱۹۹۲ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ کے دار فانی سے دار باقی منتقل ہو گئے ہیں۔ اور اس جہان میں صرف اپنے اہل خاندان یا اہل مدرسہ کو ہی نہیں بلکہ بلد الامین کے مصتین اور عالم اسلام کے لاکھوں متعلقین کو غمزدہ چھوڑ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

سرخ و سفید رنگت کی انتہائی نشیط کاہلی اور کلفت سے بیزار اور سادگی و صراحت سے سرشار یہ بزرگ ہستی حضرت مولانا شمیم صاحب مرحوم مدرسہ صولتیہ کے فضلاء میں سے تھے۔ جنہوں نے سنہ میں مدرسہ صولتیہ سے سند فراغت حاصل کی اور تدریس کے ساتھ ساتھ اپنے والد محترم مولانا محمد سلیم صاحب ناظم ثالث مدرسہ صولتیہ کے ساتھ متعاون رہے۔

مولانا محمد سلیم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ خوبیوں سے متصنف فرمایا تھا۔ آپ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی فراست کے وارث حضرت مولانا محمد سعید کے جانشین اور مکہ مکرمہ کے اعیان میں سے تھے۔ انہوں نے اپنے اکلوتے فرزند کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا لہٰذا مولانا شمیم صاحب کو تعمیر شخصیت کے تینوں عناصر خاندان، ماحول اور علم بفضلہ تعالیٰ میسر رہے اس لیے آپ ممتاز ماہر تعلیم اور کامیاب و تجربہ کار مہتمم عظیم مربی احسان و شفقت کے پیکر اور قلب رحیم رکھنے والے انسان بن کر ظاہر ہوتے، آپ نے شعبان ۱۳۹۶ھ ہجری میں مولانا محمد سلیم صاحب کی وفات کے بعد مدرسہ کی نظامت علیا کا بار اٹھایا اور تادم حیات مدرسہ صولتیہ کی عظیم روایات کو برقرار رکھتے ہوئے شاندار خدمات انجام دیں۔

اسلامک کمیونٹی پاکستان کی درخواست پر ۱۳۹۹ھ سے ۱۴۰۵ھ تک نہ صرف مدرسہ کی عمارتوں کو پاکستانی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے وقف کیا بلکہ اس کے علاوہ بجلی پانی کے دیگر اخراجات کو بھی خود برداشت کیا۔ جسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا اور پاکستانی قوم ان کی ہمیشہ شکر گزار رہے گی۔

مولانا شمیم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار صفات سے نوازا تھا۔ آپ طبیعت کے جری اور بات کے صاف گو اور دل کے بڑے ہی سلیم تھے ہمیشہ صاف اور کھری بات جرأت سے کہہ دیتے انتظامی امور میں حکیمانہ اسلوب اختیار کرتے اگر کسی وقت انتظامی تقاضے کے تحت کسی کو کوئی بات ناگوار گزرتی تو اس کا مداوا بھی ان کا شیوہ تھا اور اس وقت مسنون مسکراہٹ اور بھیا جانز کے شیریں الفاظ ان کی یادوں کو نہیں بھلا سکیں گے۔

قلب کی سلامتی کی کیفیت کا یہ عالم تھا کہ کسی مخالف کے لیے بھی دل میں کدورت نہ ہوتی تھی نہ عداوات نہ ایذاء رسانی، ناراضگی صرف زبان تک محدود رہتی وہ بھی مصلحانہ شدت سے متجاوز نہ ہوتی ہر ایک کے لیے نصیحت و خیر خواہی اور حتی المقدور اپنے پرائے اور واقف ناواقف سے تعاون کر کے دل کا سکون حاصل کرتے تھے۔

وگرنہ مضطرب و متفکر رہتے یہی وجہ تھی کہ ہر حاجت مند اپنی ضرورت بلا جھجک ان کے سامنے بیان کر دیتا کلفت اور تکلف سے بہت دور رہتے اور ہر آنے والے کو خلوص دل سے مرحبا او ربسم اللہ کہہ کر اپنے قریب کرتے تھے جس میں کوئی تصنع یا بناوٹ کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ آج کل کے قحط الرجال کے دور میں کسی ادارے کا مہتمم ہو اور تکلف سے عاری ناپید اگر نہیں تو نادر ضرور ہے۔

مولانا شمیم صاحب اہتمام کے وقار اور انتظامی رعب داب کے باوجود تکلف کے نام سے ناواقف تھے، سادگی اور صراحت ان کی طبیعت تھی مدرسہ یا ضیوف الرحمن کی خدمت کا "ادنیٰ سے ادنیٰ" کام اپنے ہاتھ سے کرنا سعادت سمجھتے بلکہ بسا اوقات دیگر اہل مدرسہ اور خدام کی موجودگی میں بھی ایسے کاموں میں سبقت لے جاتے جنہیں خواص تو کیا عام حضرات بھی اپنی شخصی وجاہت سے ادنی یا خلاف شان سمجھ کر پیچھے رہتے شخصیت کی تعمیر اور انسانیت کے کمال میں یہ اعلیٰ صفات ان کے احباب متعلقین اور خلف کے لیے قابل تقلید زرین اصول ہے۔

مولانا شمیم صاحب نے اپنی زندگی میں خدمات کا ایک طویل سلسلہ جاری رکھا تھا کہ بیسیوں اشخاص بھی سمجھتے ہیں کہ مولانا کا جیسا تعلق میرے ساتھ تھا وہ مجھ سے ہی مختص تھا۔ صلہ رحمی اور دوسروں کی خبر گیری ان کی امتیازی شان تھی طلبہ، مدرسین کے علاوہ دیگر معتمرین مکہ مکرمہ کے قیام وطعام کا انتظام کا ایسا اہتمام فرماتے گویا کہ ان کے گھر کے افراد ہیں۔

مولانا کے تعلقات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ زائرین حرمین شریفین میں مختلف طبقات کے لوگ ہوتے ہیں۔ عام حجاج کرام پھر مختلف ممالک کے علماء، ادباء، صحافی اہل قلم ارباب سیاست سبھی طرح کے لوگ مولانا شمیم صاحب جو ایک ذات میں انجمن تھے سب کے تعلقات کو نبھانے اور ہر ایک کی اقامت مکہ مکرمہ کے دوران خبر گیری رکھتے اور ان کو فکر لاحق رہتی کہ ہر ایک کی طبیعت کے مطابق قیام وطعام کا بندوبست ہو۔ اکثر بزرگان واہل علم کا قیام اگر ہوٹلوں میں ہوتا تو ان کا کھانا گھر سے پکوا کر بھجواتے باقی گھر کے دستر خوان پر تو ناشتے کا وقت ہو، دوپہر یا رات کا کھانا میرے خیال سے مہمان کے بغیر تناول کرنا ان کے ہاں خلاف معمول تھا۔

پاک وہند کے دور دراز علاقوں سے آنے والے حجاج کرام اور زائرین حرمین شریفین مدرسہ صولتیہ کو اپنا گھر اپنا مدرسہ اور اپنا ادارہ سمجھ کر مدرسہ آتے تو پہلی ملاقات مولانا شمیم صاحب سے ہوتی۔

مولانا تعارف کے طور پر پوچھتے حاجی صاحب کہاں سے تشریف لاتے تو اگر صرف پاکستان یا ہندوستان کہتے تو مولانا فوراً دوسرا سوال اس کے لیے پوچھتے کہ بھائی کس شہر سے آئے ہو شہر کا نام کیوں نہیں بتاتے اکثر چار پانچ شہروں کا نام لے کر یہ سوال ہوتا تو عام حاجی یہی سمجھتا کہ مکہ مکرمہ میں مقیم یہ شیخ گویا ہمارے ہی کسی علاقے کا کوئی بزرگ ہے جو ہماری خبر گیری اور خدمت کی خاطر یہاں مقیم ہے اور اپنے فرض کی ادائیگی کی خاطر ہم سے پوچھ رہا ہے پھر مولانا اس علاقے کے کسی بزرگ، عالم یا معروف شخصیت کا حال پوچھ لیتے تو اب تو حاجی صاحب دفتر مدرسہ کے ایک کونے میں بیٹھ کر

کہ یہ تو اپنے ہی آدمی ہیں کیوں نہ اپنے سب کام انہی کے سپرد کردوں۔ حجاج کرام کے لیے دفتر میں ڈاک بھی آ رہی ہے لفافے بھی مل رہے ہیں مولانا اپنے قلم سے حاجی کا مکمل پتہ، گاؤں، تحصیل ضلع تھانہ سب کچھ تحریر کر رہے ہیں، حجاج کرام کا سامان بھی سنبھالا جا رہا ہے کسی کی امانت رکھی جا رہی ہے الغرض بیک وقت بیسوں حجاج کرام کے کتنی انواع کے کام یہ سب کام مولانا شمیم صاحب اور ان کے عملہ کی ہمت اور خداداد توفیق سے ہوتا، پھر حجاج کرام میں سے بعض تو یہ سمجھ لیتے کہ شاید مولانا شمیم صاحب کی سعودی سرکار نے یہ ڈیوٹی لگا رکھی ہے یا پاکستانی سفارتخانے یا انڈین ایمبیسی کے کوئی وظیفہ خوار ملازم ہیں۔ حقیقت ہے کہ برصغیر یا یورپ امریکہ سے آنے والے حجاج کرام کی یہ خاطر تواضع مدرسہ صولتیہ کے دفتر میں مولانا کی زیر نگرانی کی جاتی تھی اس کی ہمت یا توفیق کسی اور کو کہاں نہ ہی حجاج کرام کسی اور سے اس کی توقع رکھتے تھے۔

مولانا کثیر المطالعہ شخص تھے حالات حاضرہ کے بارے میں ان کی معلومات انتہائی تازہ ترین ہوتی تھیں اس لیے آپ عربی اردو کے مختلف روزنامے، ہفت روزہ مجلے اور ماہنامے پاک و ہند سے چھپنے والے دینی، سیاسی ادبی معلوماتی رسائل کا بلاناغہ مطالعہ فرماتے۔

راقم نے حجاز معلم عربی حصہ تالیف کیا تو عصر کے وقت کامل کتاب کا فوٹو اسٹیٹ برائے تقریظ مولانا شمیم صاحب سپرد کیا، فرمانے لگے میں انشاء اللہ رات کو سونے سے پہلے اس کو دیکھ لوں گا دوسرے روز مجھے بلا کر جب کتاب واپس دی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اول تا آخر کتاب مولانا کی نظر سے گزری ہے اور وہ بھی بڑے دقیق مطالعہ سے اس کے اکثر صفحات مولانا کے سبز قلم سے مزین ہیں، کہیں ملاحظہ ہو، کہیں سوالیہ نشان، کہیں تصحیح، کہیں شاباش، کہیں ماشاء اللہ کے الفاظ رقم تھے۔

(یہاں پر "تحدث" نعمت کے طور پر ذکر کرنا مناسب ہوگا) فرمایا کہ بہت سے احباب تقریظ کے لیے کتب ارسال کرتے ہیں مگر فرصت نہ پانے کی وجہ سے معذرت کر دیتا ہوں مگر یہ آپ کی تالیف کے مضامین کے تسلسل اور باہمی ربط کا تقاضا تھا کہ اس کو ایک ہی مجلس میں ختم کر دیا اور مزید فرمایا کہ اس تالیف لطیف پر بندہ کی طرف سے یہ نقد انعام بھی قبول کیجئے اور تقریظ بھی۔

مولانا کی تمام خوبیوں سے زیادہ ان کی جس ادائے محبوبی نے مجھے متاثر کیا وہ ان کے دل میں امت مسلمہ کا ہمہ وقت درد ہے جسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا جب کبھی مسلمانوں کو کہیں بھی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا یا کوئی آفت آجاتی تو مدرسہ میں خصوصی طور پر دعائے خیر اور تلاوت قرآن کریم اور وِرد مسنونہ کے ورد کا اہتمام فرماتے اور کہتے بھائی ہمارے اختیار میں جو ہے اس میں ہمیں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ بعض واقعات کی مناسبت سے شعبان کا مہینہ خاندان رحمت اللہ کے لیے خاصی اہمیت کا حامل ہے اسی ماہ مبارک میں مدرسہ صولتیہ کی بنیاد رکھی گئی اور مولانا کے والد بزرگوار حضرت

مولانا محمد سلیم صاحب کا وصال اور پھر امت اسلامیہ کے عالم جلیل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کا وصال اور پھر آپ کا وصال بھی اسی ماہ مبارک میں ہوا، یوں شعبان کے مہینہ کو بڑی فضیلت بھی حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے شعبان میرا مہینہ ہے۔

مولانا شمیم صاحب نے نصف صدی تک چمنستان صولتیہ کی خون جگر سے آبیاری کی اور ہزاروں طلبہ علوم دینیہ کو تحصیل علم کے مواقع میسر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے رفقاء کار مدرسین صولتیہ کو بھی تربیت کے زرین اصول عملاً سکھاتے اس عظیم مربی کو حق تعالیٰ شانہ نے ابنائے اسلام کی تعلیم و تربیت کے اہتمام اور ہمہ گیر فکر کی برکت سے نہایت سعادت مند صالح اور فرمانبردار اولاد عطا فرمائی ہے جو بفضلہ تعالیٰ والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور چاروں فرزندان خیر خلف لخیر سلف "بہترین سلف کی بہترین اولاد" کی اعلیٰ مثال ہیں۔

مولانا ماجد سعید (المعروف بھائی زعیم) ایک عرصہ سے انتظام مدرسہ میں اپنے والد صاحب کے معاون ہیں مولانا احمد سعید (المعروف بھائی زعیم) مدرسہ کے فاضل ہیں اور رابطہ عالم اسلامی کے ایک شعبہ کے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ امور مدرسہ سے گہری دلچسپی ہی نہیں رکھتے بلکہ عملی ربط بھی۔

مولانا محمد حلیم صاحب جو دفتری امور میں مولانا کے مستشار و معاون رہے ہیں پوری لگن سے مدرسہ کی فلاح و بہبود کے لیے فکرمند ہیں۔ عزیزم حافظ محمد یوسف ندیم ام القریٰ یونیورسٹی کے درجہ عالیہ میں طالب علم ہیں۔

الحمدللہ سب کے سب مجاہد ملت، مناظر اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کے آثار علمیہ کے پوری نشاط سے محافظ امین ہیں۔

حق تعالیٰ مولانا شمیم صاحب کو اپنی رضا کی خلعت سے نوازتے ہوئے کروٹ کروٹ اپنی رحمت سے ڈھانپ لیں اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام کا وارث بنائیں۔ آمین

اس ذات عالی سے ان کے فرزندان اربعہ محمد حشیم محمد زعیم محمد حلیم محمد ندیم کے لیے توفیق و امداد کے لیے دعا گو ہیں کہ باری تعالیٰ خصوصی عنایات سے ان کی تائید و نصرت فرمائیں اور وہ مدرسہ صولتیہ کی تعمیر و ترقی کے دیگر کاموں کو جاری و ساری رکھیں ...۔ (ثم آمین)

خریدار حضرات خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے!